23

# کارکنان جماعت قابلیت اور تجربہ حاصل کریں

(فرمودہ ۶ر جولائی ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

میں نے ایک پچھلے جمعہ اس امر کے متعلق خطبہ پڑھا تھا کہ ہر ایک دینی امر کے ساتھ کچھ دنیوی امور بھی لگے ہوتے ہیں اور اگر کسی دینی امر میں انسان کامیاب ہونا چاہے تو ان پہلوؤں کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جو گو دنیاوی ہوتے ہیں مگر اس دینی امر سے وابستہ ہوتے ہیں۔ مثلاً میں نے بتایا تھا نماز درحقیقت دینی امر ہے اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور قرب حاصل ہونے میں اس بات کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ کبھی انسان اٹھتا ہے کبھی بیٹھتا ہے۔ نماز کا تعلق انسان کے قلب اور دل سے ہے۔ دل میں اگر خدا تعالیٰ کی محبت ہے تو خدا کا قرب حاصل ہوگا۔ اور اگر دل میں محبت نہیں تو ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے نہیں حاصل ہو جائے گا۔ مگر میں نے بتایا تھا باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ کے قرب کا تعلق قلب سے ہے مگر جس محبت کو قلب سے تعلق ہے وہ پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اس کی ظاہری علامات نہ ہوں کیونکہ انسان کی فطرت ایسی بنائی گئی ہے کہ اس کی توجہ ایک طرف قائم کرنے اور اس کی طبیعت کے انتشار کو روکنے کے لئے ظاہری علامات کا ہونا ضروری ہے۔ بے شک یہ اصل مقصود نہیں ہیں لیکن اگر یہ نہ ہوں تو اصل مقصود بھی حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اس کے لئے بطور چھلکا ہیں۔ اور اگر چھلکا نہ ہو تو مغز بھی نہیں رہ سکتا۔ دیکھو پیاس کے لئے پانی کی ضرورت ہے مگر پانی رہ نہیں سکتا جب تک برتن نہ ہو۔ اگر ایک شخص کسی دوست یا ملازم کو کہے کہ پانی لاؤ اور وہ برتن مانگے تو کیا اسے یہ کہا جائے گا کہ مجھے برتن کی ضرورت نہیں۔ پانی کی ضرورت ہے۔ بے شک برتن کی ضرورت نہیں۔ پانی کی ہے۔ لیکن پانی بغیر برتن کے آنہیں سکتا۔ اسی طرح عبادت قلبی ہوتی ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسے ظاہری سامان ہوں کہ انسان کی پراگندگی خیالات دور ہو اور ایسے طریق سے انسان خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے کھڑا ہو کہ جو دنیا میں ادب کے لئے استعمال ہوتے ہیں تاکہ اس کے دل میں ادب پیدا ہو۔

پھر میں نے اپنی جماعت کے لوگوں کو یہ نصیحت کی تھی کہ دینی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے

کہ وہ قوم جو دین کے لئے کھڑی ہو۔ وہ اپنے اموال بھی خرچ کرے۔ چندے دینا دنیاوی کام ہے مگر بغیر اس کے اشاعت اسلام ہو نہیں سکتی اس لئے میں نے نصیحت کی تھی کہ کارکن یہاں کے بھی اور باہر کے بھی کوشش کریں کہ لوگوں کو جگاتے رہیں تاکہ وہ چندے دینے میں سستی نہ کریں۔ آج میں ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس میں خصوصیت سے قادیان والے اور پھر باہر کے کارکن بھی مخاطب ہیں۔

میں نے بارہا بتایا ہے کہ خالی اخلاص کسی کام کا نہیں ہوتا۔ بہت لوگ اس دھوکہ میں پڑے ہوتے ہیں کہ ہمارے دل میں اخلاص اور محبت ہے یہی کافی ہے۔ وہ اسی دھوکہ میں دنیا سے گذر جاتے ہیں اور دین کی کوئی خدمت نہیں کرسکتے۔ اخلاص اس وقت تک کام نہیں دے سکتا جب تک کہ جس کے متعلق ہو اس کے لئے ظاہری سامان بھی نہ کئے جائیں۔ مثلاً ماں کو بچہ سے محبت ہوتی ہے۔ مگر کیا اس محبت سے بچہ بیماری سے بچ سکتا ہے۔ نہیں جب تک دوا نہ استعمال کی جائے گی صحت نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر بچے کو پھوڑا نکل آئے تو کیا ماں کی محبت سے اچھا ہو جائے گا یا ڈاکٹر کی محبت سے۔ نہ ماں کی محبت سے اچھا ہوگا نہ ڈاکٹر کی محبت سے۔ اگر اچھا ہوگا تو اسی طرح کہ اس محبت سے مجبور ہو کر جو علاج خدا نے رکھا ہے اس کو استعمال کریں لیکن اگر علاج نہ کریں گے تو نہیں بچا سکیں گے۔

میں نے یہ واقعہ کئی دفعہ سنایا ہے کہ لاہور سے روانہ ہوا اور ایسا اتفاق ہوا کہ جس گاڑی میں بیٹھا اس میں پیر جماعت علی صاحب علی پوری بیٹھے تھے اور مجھے گاڑی پر سوار ہونے سے پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ دوسرا مسافر کون ہے۔ اس میں تین بنچ تھے۔ ایک پر وہ بیٹھے تھے۔ درمیان کا خالی تھا اور تیسرے پر میں بیٹھ گیا۔ اسٹیشن پر ان کے مریدوں نے انہیں کہا کیا کھانے کے لئے کچھ لائیں تو انہوں نے کہا کہ مجھے بالکل بھوک نہیں۔ امرتسر ہی جاکر کچھ کھاؤں گا۔ لیکن جب گاڑی روانہ ہوئی تو یاہر سر نکال کر سرونٹ کے کمرہ میں جو ساتھ ہی تھا اپنے نوکر سے کہا کچھ کھانے کو ہے تو لاؤ۔ سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ اس پر مجھے تعجب آیا کہ جب ایسی سخت بھوک لگی ہوئی تھی تو مریدوں کے سامنے انکار کرنے کی کیا ضرورت تھی مگر کوئی حکمت ہوگی۔ نوکر نے کہا کھانے کو تو کچھ نہیں۔ میاں میر اتر کر کوئی چائے وغیرہ کا انتظام کروں گا۔ کہنے لگے تمہارے پاس میوہ تھا کہاں گیا۔ اس نے کہا۔ ہے۔ کہا لاؤ وہی دے دو۔ اس نے دے دیا اور لیکر اپنی جگہ پر آبیٹھے۔

اس سے پہلے وہ مجھ سے پوچھ چکے تھے کہ کہاں جانا ہے۔ میں نے کہا بٹالہ۔ کہنے لگا خاص بٹالہ یا کسی گاؤں میں۔ میں نے کہا قادیان جاؤں گا۔ کہنے لگے کیا وہیں کے رہنے والے ہو یا باہر کے۔ میں نے کہا وہیں کا رہنے والا ہوں۔ کہنے لگے کیا مرزا صاحب سے آپ کا رشتہ ہے۔ میں نے کہاں میں

ان کا بیٹا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہا مجھے آپ سے ملاقات کرنے کا بڑا شوق تھا۔ بعد میں معلوم ہوا انہیں شوق تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا ایک احمدی سے مقدمہ تھا جس کے لئے سفارش کرانا چاہتے تھے۔

وہ میرے پاس میوہ لے آئے اور کہا کھائیں۔ میری طبیعت تو یوں بھی متنفر تھی کیونکہ ایک دفعہ حضرت صاحب سیالکوٹ گئے۔ تو ان پیر صاحب نے فتویٰ دیا تھا کہ جو ان کے لیکچر میں جائے گا۔ وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ مگر خدا نے ایک وجہ بھی بنادی کہ مجھے نزلہ تھا اور وہ ترشی والی چیزیں تھیں جو میں کھا نہیں سکتا تھا۔ میں نے معذوری ظاہر کی۔ اس پر انہوں نے سمجھا پیری دکھانے کا یہی وقت ہے۔ کہنے لگے کہ آپ بھی ایسی باتیں کرتے ہیں جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ نزلہ کیا ہے۔ میں نے سمجھا لمبی بحث کرنے کا تو یہ موقع نہیں اور نہ اس کا کوئی فائدہ ہوگا مختصر جواب دینا چاہیئے۔ میں نے کہا اگر آپ یہ بات پہلے بتاتے تو پیسے بچ جاتے۔ کہنے لگے کس طرح۔ میں نے کہا ٹکٹ نہ لیتے۔ اگر آپ کو خدا نے امرتسر پہنچانا ہوتا اور مجھے بٹالے تو خود پہنچا دیتا۔ کہنے لگے اسباب بھی تو ضروری ہیں۔ میں نے کہا یہی اسباب مجھے بھی مدنظر ہیں۔ تو بعض لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کام جس طرح خدا نے کرنا ہوتا ہے اس طرح ہو جاتا ہے انسانی کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا مگر یہ غلط ہے۔ کبھی کوئی دینی یا دنیوی کام نہیں ہو سکتا جب تک انسان ان تدابیر پر عمل نہ کرے جو خدا نے مقرر کی ہیں۔ تقدیر یہ نہیں ہوتی کہ یہ کام ہو جائے بلکہ یہ ہوتی ہے کہ اس طرح کرو گے تو یہ کام ہوگا۔ اور نہ کرو گے تو نہ ہوگا۔

کہتے ہیں کسی بزرگ کے پاس ایک شخص گیا اور کہا دعا کریں میرے گھر اولاد ہو۔ انہوں نے کہا ہاں دعا کریں گے۔ وہ چل پڑا اور جدھر سے آیا تھا ادھر نہیں بلکہ دوسری طرف۔ انہوں نے پوچھا کدھر جارہے ہو۔ اس نے کہا میں چھ سال کے بعد ملازمت سے آیا تھا اب پھر جارہا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ تم تو بیوی کو چھوڑ کر نوکری پر جارہے ہو میری دعائیں کیا کریں گی۔ جب تک میاں بیوی کے تعلقات نہ ہوں اولاد کیونکر دعا کے ذریعہ پیدا ہو جائے۔

تو یہ غلط خیال ہے کہ جو خدا کی مرضی ہوگی وہ ہو جائے گا ہمیں کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ دینی باتوں میں بھی غلط ہے اور دنیوی میں بھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ کام ہو جائے گا مگر یہ ضروری نہیں کہ تمہارے ہی ہاتھوں ہو جبکہ تم ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے رہو۔ ہو سکتا ہے کہ ان طریق اور تدابیر پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے جو خدا نے اس کام کے ہونے کے لئے رکھی ہیں خدا تم کو ہلاک کرکے اور قوم کو کھڑا کر دے اور اس کے ذریعہ کام ہو۔ پس خوب یاد رکھو کہ کوئی تقدیر ایسی نہیں کہ فلاں کام ضرور ہو جائے گا چاہے کوئی اسے کرے یا نہ کرے۔

ہماری جماعت میں میں دیکھتا ہوں بہت لوگ اخلاص سے کام کرنے والے ہیں مگر افسوس کہ کئی ایسے ہیں جو کام کا تجربہ نہیں رکھتے۔ اور زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ تجربہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ صرف اخلاص کافی ہے۔ مثلاً کسی صیغہ کا افسر یا ہیڈ کلرک یا مدرسہ کا ہیڈ ماسٹر یا قاضی یا مولوی جو کام پر مقرر کیا جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میرے جوش سے کام ہو جائے گا حالانکہ خالی جوش سے یہ تو ممکن ہے کہ نقصان ہو جائے مگر کامیابی نہیں ہو سکتی۔ کہتے ہیں کسی نے ریچھ پالا ہوا تھا۔ اس کی ماں بیمار تھی۔ وہ کسی کام کو باہر گیا اور ریچھ کو بتا گیا کہ مکھیاں اڑاتا رہے۔ ریچھ نے کچھ دیر تو یہ کام کیا لیکن جب دیکھا کہ ایک مکھی باربار بیٹھتی ہے تو بڑا پتھر اٹھا کر دے مارا جس سے بیچاری وہ عورت بھی مرگئی۔ تو خالی اخلاص بعض اوقات مہلک ہو جاتا ہے۔

میں جب بیماری کی وجہ سے بمبئی گیا تو ہماری چھوٹی لڑکی جو بیمار تھی اسے ایک عورت سمندر کے کنارے کھلانے کے لئے لے گئی۔ وہاں اسے پیاس لگی تو اس نے سمندر کا پانی پلا دیا جس سے وہ فوت ہو گئی۔ اس نے تو اپنی طرف سے اخلاص سے ہی کام کیا مگر وہ مفید نہ ہوا۔ تو بہت لوگ ایسے ہیں جو صرف اخلاص کو کافی سمجھتے ہیں اور کام کرنے کی قابلیت نہیں پیدا کرتے۔ اس وجہ سے بہت سے کام ادھورے اور ناقص رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کام اگر کسی ہندو یا اور کسی مذہب کے آدمی کے سپرد کیا جائے تو اچھی طرح چلے کیونکہ وہ تجربہ سے اور سوچ سمجھ کر احتیاط سے کرے گا۔ پس اگر کوئی شخص اپنے متعلقہ کام کو عمدگی سے نہیں کرتا اور اپنی ناتجربہ کاری سے سلسلہ کو نقصان پہنچاتا ہے تو وہ محض اپنے اخلاص سے اس کی سزا سے نہیں بچ سکتا کیونکہ خداتعالیٰ اس سے یہ بھی تو پوچھے گا کہ کیا تمہارا اخلاص یہ نہ چاہتا تھا کہ تجربہ حاصل کرو اور کام کو عمدہ سے عمدہ طریق سے کرو۔ تو جس کو سچا اخلاص ہو گا وہ کام سیکھنے اور تجربہ حاصل کرنے کی کوشش بھی کرے گا کہ اخلاص کا یہی تقاضا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جاہل لوگ جو حکیموں سے نسخہ لکھاتے ہیں وہ اوروں سے پڑھا کر پوچھتے ہیں کہ کیا اس میں کوئی چیز خراب یا نقصان رساں تو نہیں۔ اس طرح کیوں کرتے ہیں اس لئے کہ جس کے لئے نسخہ لکھاتے ہیں اس سے انہیں سچی محبت ہوتی ہے اور یہ محبت کا ہی تقاضا ہوتا ہے کہ وہ احتیاط کرتے ہیں۔

جس شخص کے سپرد کوئی دینی کام کیا جاتا ہے اس کی بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے اور ذاتی کام سے زیادہ ذمہ داری ہوتی ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ ذاتی کام سے زیادہ احتیاط دینی کام کرنے میں صرف کرے۔ ہر وقت لگے رہنے سے کوئی کام نہیں ہو جاتا جب تک کام کرنے کے طریق سے کام نہ کیا جائے۔ اگر اندھا دھند لگے رہنے سے کام ہو سکتا ہو تو چپڑاسی مقرر کر دینے کافی ہوں۔ لیکن جب تعلیم یافتہ اور سمجھ دار انسان کسی کام پر لگایا جاتا ہے تو اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ کام کو

سمجھے گا۔ اور اخلاص سے کام کرے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے کام کو سمجھتا نہیں اور دن رات دفتر میں بیٹھا رہتا ہے تو وہ اپنے فرض سے سبک دوش نہیں ہو سکتا بلکہ خدا اس سے پوچھے گا کہ تم نے کیا کام کیا۔ جس طرح ایک الٹا لٹکنے والا۔ سورج کے سامنے منہ کر کے کھڑا رہنے والا۔ سردی کے موسم میں پانی میں کھڑا رہنے والا اس وجہ سے قطعاً" نہیں بخشا جائے گا کہ اس نے زیادہ مشقت اٹھائی ہے اسی طرح وہ شخص جو مشقت تو زیادہ اٹھاتا ہے مگر کام کچھ نہیں کرتا وہ بھی گرفت سے نہیں بچ سکے گا۔ پس اگر کوئی بزعم خود اخلاص اور دیانت داری سے کام کرتا ہے مگر اخلاص اور دیانت داری کے معنے اس کے نزدیک زیادہ وقت خرچ کرنے کے ہیں تو وہ خدا کے حضور سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ سبکدوش تبھی ہو گا کہ جو ذرائع اور طریق خدا تعالیٰ نے اس کام کے لئے رکھے ہیں۔ ان سب کو استعمال میں لانے کی کوشش کرے۔ اگر ایک انگریز ملازم یا اگر ایک ہندو ملازم اس کام کو زیادہ عمدگی کے ساتھ کرتا ہے۔ تو اس کے یہی معنے ہیں کہ جو بات عقل سے حاصل ہو سکتی تھی وہ اسلام کے لئے حاصل نہ کی گئی اور اس وجہ سے اسلام کو نہ صرف کوئی فائدہ نہ پہنچایا بلکہ الٹا نقصان کا موجب بنا۔ دیانت داری یہی نہیں کہ روپے میں خورد برد نہ کی جائے۔ بہت لوگ اسی کو دیانت داری سمجھتے ہیں اور کسی سے سات آٹھ گھنٹے کام کرنے کی امید کی جاتی ہے۔ مگر وہ تین چار گھنٹے کام کرتا ہے تو اس کو بددیانتی نہیں کہیں گے بلکہ اس کو غفلت سمجھ لیں گے۔ حالانکہ وہ ایسا ہی خائن ہے جیسا کہ سو میں سے دس روپے چرانے والا۔ لیکن اگر کسی کے پاس سو روپیہ رکھا جائے اور وہ اس میں سے دس کھا جائے تو اسے خائن کہیں گے۔ لیکن اگر سات گھنٹے کام کرنا ہے اور چھ گھنٹے کرتا ہے تو اسے خائن نہیں قرار دیا جائے گا اور اگر دوسری باتوں میں اچھا ہے تو اسے ولی اللہ سمجھا جائے گا حالانکہ دونوں ایک ہی جیسے مجرم ہیں بلکہ وقت میں خیانت کرنے والا زیادہ کیونکہ روپیہ کا نقصان تو اتنا ہی ہوتا ہے جتنا روپیہ ہوتا ہے۔ لیکن وقت کے نقصان کا اثر آئندہ پر پڑتا ہے۔

پھر اگر کہا جائے کہ فلاں وقت پر حاضر نہیں ہوتا یا وقت سے قبل چلا جاتا ہے تو اس کو برا کہیں گے لیکن جن سے امید کی جاتی ہے کہ کام سیکھ کر کام کریں گے وہ اگر ایسا نہ کریں تو اپنے آپ کو دیانت دار سمجھیں گے۔ سات کی بجائے ساڑھے چھ گھنٹے کام کرنے والے کو تو خائن کہیں گے۔ حالانکہ اگر وہ اپنے کام کو سمجھ کر کرتا ہے تو گو وہ بھی خائن ہے مگر وہ جو کام تو سات گھنٹے کرتا ہے۔ مگر سمجھ کر نہیں کرتا۔ اس سے زیادہ خائن ہے کہ پہلے نے تو آدھ گھنٹہ کھایا۔ مگر اس نے سات کے سات گھنٹے ہی کھا لئے۔ بات یہ ہے کہ جب تک امانت کا صحیح مفہوم نہ سمجھا جائے یہ نقص دور نہیں ہو سکتا اور افسوس ہے کہ یہاں کئی ایک لوگ نہیں سمجھتے۔ اسی طرح یہ بھی ایک نقص ہے کہ آنریری کام کرنے والے کام کرنے کی ذمہ داری کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جب کسی نے اقرار کر لیا کہ

میں فلاں کام کروں گا اور وہ کرتا نہیں تو وہ ایسا ہی مجرم اور خائن ہے جیسا تنخواہ لیکر کام نہ کرنے والا کیونکہ اس کے کام نہ کرنے سے بھی سلسلہ کو ایسا ہی نقصان پہنچے گا جیسا تنخواہ لیکر نہ کرنے والے سے۔ اور یہ ایسی بات ہوگی جیسے اگر کوئی شخص بیمار ہو۔ جس کا ایک نوکر ہو۔ اگر نوکر وقت پر اسے دوائی لاکر نہ دے گا تو بیمار کو نقصان پہنچے گا۔ لیکن اگر کوئی محبت سے اس کی تیمارداری کرنے لگے اور وہ دوائی لاکر نہ دے تو کیا اس کا اثر نہ ہوگا۔ ہوگا۔ پس اگر آنریری کام کرنے والا جب دوسروں کو اس کام کے کرنے سے روک دیتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ خود کام کرے نہ کہ نقصان پہنچائے۔ اگر وہ کام کرنے کا اقرار نہ کرتا تو کوئی اور اس کام کو کرلیتا۔ مگر اس نے اقرار کرکے پھر کام خراب کیا۔ پس جو لوگ تنخواہیں نہیں لیتے۔ ان کا بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح تنخواہ لینے والوں کا۔ اگر وہ کام کو عمدگی کے ساتھ اور پوری کوشش سے نہیں کرتے تو وہ بھی خائن ہیں۔ اسی طرح جو شخص روپیہ احتیاط سے خرچ نہیں کرتا وہ بھی خائن ہے۔ جو وقت پورا نہیں دیتا وہ بھی خائن ہے۔ اور وہ جس کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ کوشش سے کام سیکھ کر کام چلائے گا مگر وہ اس طرح نہیں کرتا کام کی مالہ وما علیہ سے واقفیت پیدا نہیں کرتا وہ بھی خائن ہے۔ اور یاد رہے کہ خیانت اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ وہی مومن ہے جو امین ہے اور جو امین نہیں وہ مومن نہیں۔

پس میں خصوصیت سے یہاں کے لوگوں کو اور باہر کے سیکرٹریوں اور امیروں کو توجہ دلاتا ہوں کہ آنریری طور پر کسی کام کا ذمہ لینے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کام کا کرنا فرض نہیں ہوتا۔ اگر آنریری کام کرنے والے اپنے کام میں کوتاہی کرتے ہیں تو ویسے ہی خائن ہیں جیسے تنخواہ لیکر کام میں خیانت کرنے والے۔

خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو خیانت اور دیانت کا اصل مفہوم سمجھائے۔ اور ہماری جماعت دینی امور میں ہی نہیں بلکہ دنیوی امور میں بھی سب لوگوں سے بڑھی ہوئی ہو تاکہ جو کام اس کے سپرد ہوں۔ ان کو عمدگی سے کرے۔

نماز جمعہ کے بعد ایک جنازہ پڑھا جائے گا میں نے اعلان کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی احمدی ایسی جگہ فوت ہو جائے جہاں احمدی نہ ہوں یا ایسا شخص جو دین کی خدمت کرنے کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو کہ ساری جماعت اس کا جنازہ پڑھے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ نیک محمد خان افغان غزنوی کے والد صاحب کابل میں ایسی جگہ فوت ہوئے ہیں۔ جہاں اور احمدی نہ تھے۔ اس لئے ان کا جنازہ پڑھوں گا۔

(الفضل ۱۳؍ جولائی ۱۹۲۳ء)